محمد طاہر علی مسکونہ [illegible]

باسمہٖ تعالیٰ

شریعت ناز کرتی ہے طریقت ناز کرتی ہے
جگر پارے آمنہ تم پر مشیت ناز کرتی ہے

مسمّٰی بہ

لطائف وحیدی

مؤلفہ

قائد ملّت حضرت مولانا شاہ
محمد حسن رضا خان وحیدی لطیفی

خانقاہ لطیفیہ بھیریلی، کٹیہار

بانی جامعہ وحیدیہ غریب نواز، خواجہ نگر، سالماری، کٹیہار (بہار)

(سرتاج پریس کٹیہار)

باسمہ تعالیٰ

ولرسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

شریعت ناز کرتی ہے طریقت ناز کرتی ہے
جگر پارے آمنہ تم پر مشیت ناز کرتی ہے

مسمّٰی بہ

لطائفِ وحیدی

مؤلفہ

قائدِ ملت حضرت مولانا
شاہ محمد حسن رضا خان وحیدی لطیفی
خانقاہ لطیفیہ بھمرسلی

بانی جامعہ وحیدیہ غریب نواز، خواجہ نگر سالماری

کٹیہار (بہار)

(سرتاج پریس کٹیہار)

دارالاشاعت :۔ جامعہ وحیدیہ غریب نواز، خواجہ نگر، سالماری

طباعت :۔ اول شمارہ ۔ ۱۰۰۰

قیمت :۔ پانچ روپے 5/-

طابع :۔ سرتاج پریس، کٹیہار

کتابت :۔ محمد خلیل الرحمٰن فریدی

شائع کنندہ :۔ جناب منشی محمد بہار الدین صاحب
منیجر جامعہ وحیدیہ غریب نواز
خواجہ نگر، سالماری
کٹیہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک نظر

جمیع صفات کمال اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور وہی تمام تعریفوں کے لائق جو سارے عالم کا پروردگار اور بڑا مہربان ہے۔ جس نے ہماری ہدایت کے لئے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ۱۲۴ ہزار انبیاء علیہم السلام کو بھیجا۔ جس میں آخری پیغمبر امام الانبیاء انیس بیکساں سرور دو جہاں مالک کون ومکان جناب احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا۔ جن کی ہم سب امت کہلاتے ہیں۔ ان کے بعد پھر کوئی نبی نہیں ہوگا قیامت تک کیلئے آپ ہی تشریف لائے جو ہم مسلمانوں کو خدائے تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے اور حکم خداوندی پر چلنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ بہشت اور اس کی نعمتوں کا ذکر فرما کر اپنی شفاعت کا مژدہ سناتے ہیں کہ قیامت کے دن کل انبیاء نفسی نفسی کے عالم میں ہونگے اور خدائے تعالیٰ میرے ہاتھوں میں لواء حمد عطا فرمائیگا اور گنہگاروں کی شفاعت کرونگا۔ اپنے دیوانوں کو بخشوا کر جنت پہنچاؤں گا۔

بس اے مسلمانو! اپنے نبی کو پہچانو! اور انکی پیروی کرو! اور اولیائے امت کو مانو اور ان پر جان سے قربان ہو جاؤ کہ یہی ذریعہ نجات ہے۔

سببِ تالیف

مُحِبّانِ کرام ! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرصہ قدیم سے ہمارے بعض سعادت مند مخلص دوست واحباب کا شدید تقاضا و اصرار رہا کہ جلد سے جلد لطائف وحیدی کو قلمبند کرکے شائع کرادو، مگر میں اپنی کم علمی کے بنا پر ہمت نہیں پا رہا تھا۔ مگر شدت کے اصرار نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا، تو ایک رات اپنے مرشد کامل مظہر تجلیاتِ حق قطبِ عصر حضرت خواجہ وحید اصغر نور اللہ مرقدہٗ کے مرقدِ انوار پر سسکیاں مار مار کر گریہ وزاری کیساتھ درخواست پیش کی چنانچہ آپ کی روحانی فیضان کے تصدق ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں کراماتِ اولیاء و آدابِ مریدین و محفلِ سماع پر سلیس اردو زبان میں قلمبند کرنے کی توفیق ملی۔

قارئین حضرات سے دردمندانہ گذارش ہے کہ جملہ واقعات میں کمی پائیں تو کیچڑ اچھالنے کی فکر میں نہ رہیں بلکہ براہِ راست قدم رنجہ فرماکر بذاتِ خود اصلاح فرمادیں۔ اگر آپ نے میری اصلاح کی کوشش کی تو انشاءاللہ دوبارہ طباعت میں صحیح ایڈیشن نکل سکے گا اور ناچیز آپکا تہہ دل سے شکر گذار ہوگا۔

یہ مختصر رسالہ بنام لطائفِ وحیدی کا پہلا حصہ

پیش خدمت ہے۔ اگر احباب کا ذوق بڑھا اور ساتھ دیا تو پھر ان شاء اللہ دوسرا حصہ بھی پیش خدمت ہوگا۔ رسالہ کا مطالعہ محبت بھری نگاہوں سے کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ ضرور حق و صداقت پر اپنے قلوب کو پائیں گے۔ عداوت کی نگاہ پر خداوند قدوس کی لعنت اٹھائیں گے۔

میں اس تالیف کے ذریعہ اپنے مرشد کامل حضرت خواجہ وَحید اَصغر عَلَیہِ الرَّحمَۃ و دیگر تمام سلاسل اولیاء کرام و علمائے اہلسنّت والجماعت کی ارواح طیبات کو ایصال ثواب کرتا ہوں۔ آمین ثم آمین

کمترین
محمد حسن رضا خاں وحیدی
خانقاہ بھمرٹی و خواجہ نگر سالماری

حمد باری تعالیٰ

پروردگار عالم تیرا ہی آسرا ہے
تیرے سوا جہاں میں کون دوسرا ہے
ہر سمت تیری قدرت ہر شئے میں تیری رحمت
ہر رنگ و بو میں تو ہی جگمگا رہا ہے
ذلت سے تو بچا لے میرے عیب کو چھپا لے
تو ستار العیوب ہے بندہ تو قابل سزا ہے
مصطفیٰ کے صدقے کل اولیاء کے صدقے
معاف کر تو مولا حسن کی جو خطا ہے

نعت پاک

دل صدا یہ دیتا ہے بار بار سینے سے
میں فدائے احمد ہوں عشق ہے مدینے سے
جھوم کر جب اٹھتی ہے موج نور سینے سے
تو صاف دیکھ لیتا ہوں عرش کو مدینے سے
یاد سرکار دو عالم آئے انہیں شام غم
آ تجھے لگالوں میں بے قرار سینے سے
تیری عکس پر قربان ماہ لیلۃ الاسرا
چاند بھی شرمندہ ہے دل کے آبگینے سے

فہرست مضامین	صفحہ
شریعت، طریقت، حقیقت	۸
حق بات	۲۱
بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا۔	۲۳
حقیقت سماع	۲۷
راز کی باتیں	۳۲
مقام اولیاء	۳۵
وصیت	۳۸
داخل عبادت	۳۹
ہدایت	۴۵
سوانح مولانا حفیظ الدین علیہ الرحمہ حضرت خواجہ وحید اصغر علیہ الرحمہ	۵۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَاِمَامِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ وَمَنْ تَبِعَھُمْ اَجْمَعِیْنَ ط

شریعت و طریقت و حقیقت

جاننا چاہیے کہ ایمان و اسلام و احسان ان تینوں پر عمل کا نام شریعت ہے۔ چنانچہ مشکوۃ شریف باب الایمان میں موجود ہے۔ حضرت امیر المومنین سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حاضر تھے کہ یکایک سدرۃ المنتہیٰ کے مکیں حضرت جبرئیل امین ایک اعرابی کی شکل میں حاضر خدمت ہوئے اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بیٹھ گئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے خبر دیجئے کہ اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کلمہ طیبہ کا پڑھنا اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور رمضان شریف کا روزہ رکھنا اور جب استطاعت بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا صدقت یا رسول اللہ یعنی اے اللہ کے رسول آپ نے سچ فرمایا۔ پھر خبر دیجئے مجھ کو کہ ایمان کیا ہے۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان لایا میں

اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اسکی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور خیر و شر منجانب اللہ ہونے پر اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے صدقت یا رسول اللہ کہا، پھر عرض کیا کہ خبر دیجیے مجھکو کہ احسان کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح عبادت کر تو اللہ تعالیٰ کی گویا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے اگر تو نہیں دیکھتا ہے اسکو تو یہ خیال کر کہ وہ مجھے دیکھتا ہے۔ جبکی شرح شیخ محدث عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دین کی بنیاد اور اسکا کمال فقہ کلام اور تصوف پر ہے جسکو احسان کہتے ہیں یعنی یوں سمجھیں کہ اسلام اشارہ ہے فقہ یا احکام شریعت کی طرف اور ایمان اشارہ ہے اعتقادی مسئلوں کی طرف جو اصول کلام کے مسئلے ہیں اور احسان اشارہ ہے اصول تصوف کی طرف یعنی صدق توجہ الی اللہ۔

خلاصہ یہ ہے کہ طریقت کہتے ہیں سلوک الی اللہ کو اور حقیقت کہتے ہیں شریعت جو مقدم ہے اس کی حقیقت کے سمجھنے کو اور معرفت کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے پہچاننے کو۔۔ بہرحال اسلام ظاہر شریعت اور ایمان و اعتقاد و تصدیق باطنی کا نام ہے اور مجموعہ ایمان و اسلام کا نام دین حق ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ط ترجمہ! بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر دین دین اسلام ہے اور اسلام کی حقیقت توحید باللہ ہے اور اس کی صورت

تکمیل شریعت ظاہر ہے اور نور اسلام وہ نور باطن ہے جس کا قلب منوّر ہو اور خواہشات نفسانی اور حبّ دنیا و شہوات و لذات سے بالکل خالی ہو اور اعمال صالحہ و اخلاق کریمہ اور حبّ آخرت کے دریا میں غوطہ زن ہو۔ اسے حاصل ہے پس اسلام کی دو شاخیں ہیں ظاہر و باطن۔ ظاہر زبان سے اقرار کرنا اور اس کے احکام و ارکان کو بجالانا۔ باطن جس کو روحانی و نورانی بھی کہتے ہیں۔ جو نور وحدت و معرفت روحانی کے بحر سے فیضیاب ہو کر سارے عالم کو منوّر کر دیتا ہے اور ہر طرح کا کشف بھی حاصل ہوتا ہے اور مکاشفہ ایک نور ہے جو تزکیہ قلب سے دل پر ظاہر ہوتا ہے اور خدائے تعالیٰ کی معرفت اسے حاصل ہوتی ہے اور اس پر راز الٰہی کے دروازے کھل جاتے ہیں تو بے شک انہیں دیکھنے سے خدا یاد آجاتا ہے۔ اس موقع پر قطب عصر حضرت شاہ سیّد خواجہ وحید اصغر علیہ الرحمۃ کا تذکرہ قابل تحسین ہے کہ جو بھی آپ کے سامنے آتا تھا آپ کی ذات اقدس پر ہزار جان سے قربان ہو جاتا تھا۔ حضرت کے ظاہری جسم مبارک کے دیکھنے والے کی زبان پر بے ساختہ اللہ اکبر کا کلمہ آجاتا تھا اور حضرت کا کمال یہ تھا کہ جب کبھی مشاہدہ کے بحر میں غوطہ لگاتے تھے تو اس کی دو کیفیتیں میں نے دیکھیں۔ ایک تو یہ کہ اگر مشاہدہ کے وقت ان کی آنکھ کھل گئی تو پلک بھی نہیں جھپکتے تھے یہاں تک کہ گھنٹوں گذر جاتا تھا۔ ایک بار تو میں نے ایسا بھی دیکھا کہ مسلسل ایک دن اور ایک رات گذر گئی تو کہیں چوبیس یا پچیس گھنٹے کے بعد پلک جھپکے اور پھر یہ بھی دیکھا کہ

ہے مزار

اگر مشاہدہ کے وقت آنکھ بند ہوگئی تو دو دو دن ورات مسلسل بند رہی۔ اسی آنکھ بند ہونے کی حالت میں سب کچھ کر رہے ہیں اگر آنکھ کھلی رہی تو بھی اسی حال میں۔ بہر حال دونوں صورتوں میں آپکے چہرۂ مبارک کا رنگ بدلتا رہتا تھا۔ اور نماز بھی پابندی سے ادا کرتے تھے۔ سفر میں جب مذکورہ حال پر جاوہ فگن ہوتے تھے تو خود نماز کا وقت بتا دیتے تھے اور صحیح وقت پر اذان دینے کی بار بار تاکید فرماتے تھے۔ جب کہ آپ کے پاس بظاہر وقت معلوم کرنے کا کوئی آلہ نہ تھا حقیقت تو یہ ہے کہ۔

؎ دلکے آئینہ میں ہے تصویر یار   جب ذرا گردن جھکائی دیکھلی

مرشدی و آقائی حضرت سید خواجہ وحید اصغر علیہ الرحمۃ کی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہ تھا کہ جس میں آپ کا قلب و جگر مشغول ذکر نہ ہو۔ ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغولیت آپکے معمولات میں سے تھا۔ عاشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے تھے کہ جب نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم زبان پر آتا یا کسی کو پڑھتے ہوئے سنتے تو فرط محبت میں تڑپتے ہوئے شہادت کی انگلی اٹھا کر آنکھوں سے لگاتے اور کچھ دیر تک سسکیاں لیتے رہتے تھے۔ ایسے جیسے کوئی عاشق فراق معشوق میں سوزاں و اشکبار رہے۔

ایک بار سفر کرتے ہوئے قصبہ سے واپسی کٹیہار ریلوے پلیٹ فارم پر اترے تو عجیب اتفاق کہ سنٹرل چیکنگ تھی مجسٹریٹ وغیرہ آئے ہوئے تھے تو نہی وہ لوگ حضور سرکار خواجہ علیہ الرحمۃ کو گاڑی سے اترتے دیکھا۔ سب

چیکنگ چھوڑ کر دوڑ پڑے۔ بینچ پر لاکر ہم لوگوں نے حضرت کو لٹا دیا۔ کافی تعداد میں افسروں کی بھیڑ لگ گئی۔ جیسے سارے فریادی ہوں اپنے آقا کے سامنے کھڑے ہوں۔ سارے نہایت عاجزی کے ساتھ مؤدبانہ لحظہ میں عرض کر رہے ہیں کہ بابا ہمیں آسرواد دیجئے بار بار اصرار کیساتھ عرض کرتے رہتے اور کافی دیر تک بھیڑ لگی رہی۔ پھر آپ نے اسطرح شیریں کلامی سے نوازا کہ تمام سپاہی و افسر خوش ہوکر نذرانہ پیش کرنے لگے اور یہ سلسلہ بہت دیر تک جاری رہا۔ اس کے بعد پھر وہاں سے روانہ ہوکر بڑی لائن کٹیہار پلیٹ فارم پر آکر مالدہ والی گاڑی میں کریٹھا آنے کیلئے سوار ہوئے۔ جب کریٹھا اسٹیشن پہونچے تو عجیب واقعہ پیش آیا۔ جونہی ہم لوگوں نے حضرت کو گاڑی سے نیچے اتارا کہ گارڈ اور ٹی ٹی وغیرہ آپکے دیدار و زیارت کو ٹوٹ پڑے اور سبکے سب آپکو ٹکٹ گھر میں لاکر بیٹھایا اور گارڈ و ٹی ٹی و ٹکٹ ماسٹر (یعنی اسٹیشن ماسٹر) قدموں پر جھکے ہوئے اپنا حال زار سنا رہے تھے اور آنسو بہا رہے تھے۔ مگر یک بیک حضرت نے ایسی دل کی آگ بجھانے والی بات کہدی جس سے ان سبھوں کو سکون قلبی حاصل ہوگئی پھر آپ نے فرمایا کہ گاڑی کھلوائیے۔ یہ فرمان پاکر گارڈ و اسٹیشن ماسٹر نے خوش ہوکر کہا کہ اب بابا کا حکم ہوگیا۔ گاڑی کھولو۔ آپ کے فرمان کا احترام کرتے ہوئے ۲۵ منٹ بعد اسٹیشن سے گاڑی کھلی۔ جی چاہتا ہے کہ جب مرشدی و آقائی قطب پورنیہ سید خواجہ وحید اصغر سجادہ خانقاہ لطیفیہ رحمانپور تکیہ شریف علیہ الرحمہ والرضوان کے کمالات و کرامات کی بات چل چکی ہے تو میری

آنکھوں نے دیکھا ہے سپرد قلم کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ تاکہ اہل عقیدت کی عقیدت پر چار چاند لگ جائے۔

کریٹھا اسٹیشن سے بھینسا گاڑی پر سوار ہو کر بوقت مغرب ہرسوا گاؤں میں پہونچے جن کے گھر دعوت تھی۔ اس کے خاندان کا ہر فرد جنات کی زد میں آچکا تھا۔ نہایت ہی پریشان حال نہ جانے کتنی ہی خانقاہوں کے چکر لگائے تھے، کتنے سجادوں سے ترکیبات کروائی تھی۔ مگر لاحاصل رہا۔ جب حضرت کو دوسری رات کے گیارہ بجے آنگن میں لیجایا گیا تو میں نے کہا حضور یہاں بہت سے بزرگوں نے کانٹی و سرسوں و تعویز وغیرہ سے حصار کیا ہے جب کوئی فائدہ نہ ہوا تو نہایت ہی لاچاری و مجبوری کی حالت میں حضرت کو دعوت دی گئی ہے اب نہ روپیے ہیں جو کانٹی خریدے یا ہدیہ دے بس حضور اپنی نگاہ ولایت سے غریب کی غربت پر کرم فرمائیں۔ میرا بولنا ختم نہیں ہوا تھا کہ حضرت کی چشم ولایت چڑھ گئی۔ آپ کے چہرہ مبارک میں ایسی چمک پیدا ہوئی کہ رخ انور کی طرف کوئی آنکھ بھی اٹھا کر دیکھ نہیں پاتا تھا۔

حاصل کلام یہ کہ تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے فرمایا کہ جنات کی تعداد بہت ہے میں نے کہا حضور جنات تو آپکے تابع ہے چند منٹ کے بعد ارشاد فرمایا کہ سب گرفتار ہو گئے ہیں۔ اب کچھ نہیں سب ٹھیک ہو جائیگا۔ بے شک اس دن کے بعد سے ہر بلا دور ہوئی ہر مشکل آسان ہوئی اور آہستہ آہستہ ترقی ہونے لگی۔

وہیں کا ایک دوسرا واقعہ ہے غور فرمائیں کہ لوگوں نے برائے دعائے خیر حضرت کو قبرستان لیجانا چاہا کرسی پر بیٹھا کر یہ گمان کرتے ہوئے کہ حضرت تو دبلے پتلے ہیں۔ بوندا بوندی پانی گر رہا تھا دو نوجوان تیار ہوئے کرسی اٹھانے کیلئے کہ قبرستان نزدیک ہی ہے لیکر چلے جائیں گے۔ یہ ساری باتیں دوسری جگہ ہو رہی تھیں مگر اللہ کے ولی ان ساری باتوں کو ولایت کی کان سے سن رہے تھے۔ الغرض میں آیا اور کہا کہ حضور لوگ قبرستان دعائے خیر کیلئے کرسی پر لیجانا چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا ہاں جائیں گے۔ دیکھئے تو ذرا بھی انکار نہیں۔

حاصل کلام بعد نماز عصر کرسی پر نرم بستر دیکر حضرت کو بیٹھایا گیا تو تیار شدہ دونوں نوجوان کرسی اٹھانے لگے۔ حیران ہو گئے مگر ذرا بھی زمین سے کرسی نہ ہلی تو دوسرے نوجوانوں کو غصہ آگیا کہ کیا تم لوگ اٹھا نہیں پاتے ہو ہم اٹھاتے ہیں۔ جونہی انہوں نے ہاتھ لگایا معلوم ہوتا تھا کہ منوں لوہے کا وزن ہے۔ آخر کار ان نوجوانوں نے مل کر بمشکل تمام کرسی اٹھایا تھوڑی ہی دور پر قبرستان تھا وہاں تک پہنچتے پہنچتے پسینہ پسینہ ہو گئے اور ہانپنے لگے۔ سیکڑوں آدمی ساتھ تھے۔ مگر بعد دعائے خیر واپسی میں کرسی صرف دو نوجوانوں نے اٹھایا اور لیکر چلے آئے کچھ بھی پریشانی نہیں ہوئی۔

علامہ سعدی علیہ الرحمہ نے کیا خوب لکھا ہے۔

گر درویش بر حالے بماندے ۔ سر دست از دو عالم بر فشاندے

ایک مرتبہ میرے یہاں یعنی بھمریلی میں مسلسل گیارہ دن قیام فرما رہے اسی بیچ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے کہ کیا تمہارے بچوں کا ختنہ ہو گیا ہے۔ میں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا کہ حجام کو بلا کر ختنہ کرا لو چنانچہ آپ خود آنگن میں تشریف فرما ہوئے اور گیارہواں دن صبح کو ختنہ کروائے بعد ختنہ آپ نے دعا فرمایا۔ اس کے بعد دروازے پر تشریف لا کر بستر پر آرام فرما ہوئے اور ادھر آنگن میں آہستہ آہستہ سب کی طبیعت خراب ہونے لگی۔ یہاں تک کہ جن بچوں کا ختنہ ہوا تھا وہ سب اور گھر کے سب لوگوں کو جاڑا بخار زور دار طریقے سے شروع ہو گئی۔ میں نے آکر حضرت کی خدمت میں عرض کیا تو فرمائے کہ سب اچھا ہو جائیگا۔ آخر کار مرض بڑھتا ہی گیا۔ یہاں تک کہ بارہواں دن صبح سویرے کی گاڑی سے حضرت خانقاہ رحمان پور تکیہ شریف کیلئے روانہ ہو گئے۔ بعد روانگی کے بھی میرے گھر کے سب لوگوں کا مرض بڑھتا ہی رہا مگر ان میں سے میرا ایک لڑکا بہت زیادہ پریشانی کے عالم میں تھا یعنی بار بار پانی پیتا اور قئے کرتا جاتا تھا۔ حتی کہ اس کی حالت شام تک غیر ہو چکی تھی۔ گھر سب لوگ مجھ سے کہنے لگے کہ ڈاکٹر کو بلاؤ میں نے کہا آج ہی صبح میرے مرشد حضرت سرکار خواجہ چلتے وقت فرما گئے ہیں کہ سب ٹھیک ہو جائیگا مجھے اس بات پر یقین ہے کہ میرے آقا نے جو ارشاد فرمایا کہ سب اچھا ہو جائیگا اگر مرنا اچھا ہے تو مر جائیگا یا جینا اچھا ہے تو شفا پا جائیگا۔ میں ڈاکٹر کو بلانے نہیں جاؤں گا۔ دن گذر گیا رات کے تقریباً سات بج رہا تھا۔ اس بچہ

کو اس کی ماں گود میں لئے بیٹھی تھی۔ میں قبلہ رُخ تھا اور میری ماں پورب پورب رُخ سے بیٹھی تھی۔ اچانک بچہ کا سر ماں کے ہاتھ پر گر گیا اور نبض ڈوب گئی سب رونے لگے میں دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ سرکار خوب اچھا ہوا کہ یک بیک مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے پست پر کسی نے طمانچہ مارا اور آواز آئی کہ کہہ رہے تھے یہ آیت پڑھ کر بچہ کو پھونک دو۔ آواز سنتے ہی وہ آیت زبان پر جاری ہو گئی۔ تو میں بچہ پر دم کئے بچہ فوراً بدن جھاڑ کر اٹھ بیٹھا۔ اس وقت سے سب کا بخار بھی ختم اور سر کے ختنہ کا زخم بھی ختم اور نہایت ہی سکون ہو گیا۔ میری ماں وغیرہ کا کہنا ہے کہ ابھی ہم لوگوں نے حضرت خواجہ صاحب کو دیکھا ہے گھر میں پھر غائب ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ولی اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی روحانی و عرفانی قوت بخشی ہے کہ جس کے بیان سے زبان قاصر ہے أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ جن کی شان ہے اور یہی قرآن کریم کا اعلان ہے تو پھر اس میں کلام کا مقام کہاں۔ اس لئے تو کہا گیا ہے کہ ولیوں کے سامنے دنیا رائی کے دانے کے برابر ہے۔ جس طرح رائی کا دانہ ہتھیلی پر ہو اور ہر طرف سے انہیں دیکھا جا رہا ہے اسی طرح ولی آنکھیں بند فرما کر سارے عالم کو دیکھ لیتے ہیں۔ اس لئے تو حضور اعلیٰحضرت شاہ مولانا حفیظ الدین قدس سرہٗ اپنی کتاب حفظ السالکین میں فرماتے ہیں کہ علم کے دو قسم ہیں ایک علم دراست اور دوسرا علم وراثت (یعنی علم سینہ) علم دراست درسی علم و کسب و تحصیل سے حاصل ہوتا ہے

اور علم وراثت یعنی علم سینہ علم دراست کے حکم کے مطابق عمل کو خالص کرنے کے پیچھے ظاہر ہوتا ہے اور وہی مقرب بارگاہ ربّ العزّت ہوتے ہیں اور انبیاء کے وراثت کی بزرگی اس کو حاصل ہے کہ ہمیشہ خدائے عالم الغیب اور نبوت والے آقا علیہ التحیۃ والثناء کے باطن سے اس کے روشن دل پر پیہم فیض ذوق وشوق وارد وظاہر ہوتا رہتا ہے ۔ اس لئے اولیاء کرام کے اقوال واعمال وافعال پر کبھی اعتراض نہیں کرنا چاہئے اگر سمجھ میں نہ آئے تو خاموش رہنا چاہئے ۔

یہ نہ کہے کہ یہ شریعت کے خلاف ہے بلکہ وہ فعل تو واقع شریعت کے مطابق ہے ۔ مگر قائل کے سمجھ وادراک سے بالاتر ہے ۔ جیسا کہ دیوان لطیفی میں اعلیحضرت مولانا شاہ حفیظ الدین قدس سرہٗ نے فرمایا ۔

در بزم حال قالت کسے بگنجد واعظا
گر عاقلی در حال شاں خاموش بگفتار باش

اسرار باطن را کتاب فقہہ کے کافی بود
راز جواز معنوی در سینۂ عطار باش

بس اتنا یاد رکھیں :—

تو نے پی کتابوں سے میں نے پی نگاہوں سے
فرق ہے بہت واعظ تیرے میرے پینے میں

تو اس لئے اہل ظاہر سے فرق ضرور معلوم ہوگا ۔ مگر ان کو بغیر

کسی چوں و چرا کے خاموش رہنا چاہیئے تاکہ ولیوں کے نگاہ جلال کے قہر میں گرفتار نہ ہو۔ چونکہ حفظ السالکین میں فرماتے ہیں کہ گروہ مشائخ و صوفیہ یہی لوگ شایان ملک ولایت اور آسمان ہدایت کے چاند ہیں۔ یہی حضرات انبیاء علیہ السّلام کے وارث ہیں۔ حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل متابعت کے ذریعہ وصل استغراق کے بعد فنا کی مچھلی کے شکم سے خلاصی پاکر تفرقہ کے کنارے بقاء کے میدان میں رجوع کرکے اور مخلوق کو حضرت مُحَمَّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع اور ہدایت کی دعوت کے واسطے خدا کی طرف سے مامور محفوظ ہو کر دوسروں کو کامل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔ حفظ السالکین میں ہے قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُوْنَھُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ترجمہ:۔ خدائے تعالیٰ ان لوگوں کا کارساز ہے جو ایمان لائے نکالتا ہے ان کو کفر کی تاریکیوں سے ایمان کی روشنی کی طرف۔ ثابت ہوا کہ لفظ ولی فعیل کے وزن پر صفت کا صیغہ ہے جس کے معنی نزدیک ہونے کے ہیں۔ یا ولایت سے مشتق ہے تو اس کا معنی کسی پر قبضہ پانا۔ اور کسی کام میں تصرف کرنا اور بادشاہی کرنا اور مدد کرنا۔ پس اگر مومن کی طرف مضاف ہو۔ جان پیدا کرنے والے خدا کا منسوب و محمول ہو فاعل کے معنی میں تو غالب و مالک و مددگار اور تصرف کرنے والا اور نزدیک کرنے والا کے معنی میں ہو۔ اور جب خداوند قدوس کی طرف مضاف ہوکر

کسی بندہ کا منسوب و محمول اور خبر واقع ہو تو عطف فاعل کے مبالغہ کے معنی میں ہو ایسے شخص پر راست و صحیح آئے جو بغیر سستی و کوتاہی کے ہمیشہ خدائے پاک کی عبادت میں منہمک رہا کرے۔ اور بعطف بھی مفعول کے معنی میں ہو یعنی خدائے تعالیٰ اس کے کاموں کا متولی اور کارساز ہو۔ چنانچہ نفحات الانس میں حضرات القدس کے دیباچہ میں رسالہ قشریہ سے نقل کیا گیا ہے کہ ولی کے دو معنی ہیں ایک بروزن فعیل بمعنی مفعول اور وہ شخص جس کے کام کا خداوند تعالیٰ متولی ہو۔ اَللّٰہُ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ ط ترجمہ۔ خدائے تعالیٰ صالحین کا متولی ہے۔ پس ایک لحظہ اس کو اس کے نفس کی طرف نہیں چھوڑتا ہے۔ بلکہ حق سبحانہٗ تعالیٰ اس کا مالک و نگہبان ہوتا ہے اور دوسرا بروزن فعیل فاعل کے مبالغہ کے معنی میں وہ شخص ہے جو خداوند تعالیٰ کی عبادت کا متولی اور ہمیشہ گناہوں سے پرہیز، مشغول عبادت رہے۔ دونوں صفتیں ضروری ہے تاکہ ولی ولی ہو۔ خداوند تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ پورے طور پر اس کا قیام اور رنج و راحت ہر حالت میں خداوند سبحانہٗ تعالیٰ اور نبی کریم علیہ التحیتہ والتسلیم کی اطاعت و شکر گذار ہو اور ولی کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ محفوظ ہو۔ جیسا کہ پیغمبر علیہ السلام کی صفت معصوم ہوتا ہے پس نہیں چاہیے کہ شریعت کے خلاف یا اس پر اعتراض کرے۔ ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ ایسے مرد کی زیارت کا قصہ کیے جو ولی ہونے کیساتھ مشہور تھا۔ پس جب اس کی مسجد میں پہنچے انکے نکلنے کا انتظار کرنے لگے۔

پس وہ مرد نکلا اور قبلہ کی طرف تھوکا پس فوراً حضرت بایزید بسطامی واپس ہوگئے اس مرد کو سلام نہ کئے اور فرمائے کہ مرد شریعت کے آداب میں ایک ادب کا محافظ نہیں ہے۔ فَكَيْفَ يَكُوْنُ اَمِيْنًا عَلٰى اَسْرَارِ الْحَقِّ ط پس وہ مرد کیونکر خدائے تعالیٰ کے اسرار اور بھیدوں کا امانتدار و محافظ ہوگا۔ اب پوشیدہ نہ رہا کہ ولایت یعنی ولی ہونا دو قسم کا ہے ایک ولایت عامہ جو تمام مومنوں کے درمیان مشترک ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوا۔ دوسرا ولایت خاصہ جو طریقت کے پہونچے ہوئے بزرگوں کے ساتھ خاص ہوا۔ اَلْوَلِيُّ هُوَ الْفَانِيْ مِنْ حَالِهٖ الْبَاقِيْ فِيْ مُشَاهَدَةِ الْحَقِّ لَمْ يَكُنْ لَهٗ عَنْ نَفْسِهٖ اَخْبَارُهٗ وَلَا مَعَ الْغَيْرِ اللّٰهِ قَرَارُهٗ ط ترجمہ۔ ولی وہ شخص ہے جو اپنے حال سے فانی اور نیست ہو اور حق تعالیٰ کے مشاہدہ میں باقی ہو اس کو اپنے نفس سے خبر کرنا ممکن نہ ہو اور غیر خدا کے ساتھ آرام و قرار ظاہر نہ ہو۔ پس اس موقع پر بھی مرشدی و آقائی حضرت خواجہ وحید اصغر علیہ الرحمہ کی ذات اقدس قابل ذکر ہے کہ حضرت مذکورہ بالا صفتوں سے متصف تھے۔ یہاں تک کہ جب کبھی کیف و وجد کے منزل سے گذرتے تھے تو اس عالم کا خیال بھی نہیں رہتا تھا۔ گھنٹوں سانس رکا رہتا تھا۔ اور چہرہ کا رنگ بدلتا رہتا تھا۔ اس عالم محویت میں اگر کچھ پوچھا جاتا تھا تو زبان بالکل خاموش رہتی تھی جیسا کہ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے وہ قول آپ کی ذات پر راست آتا ہے۔

گہے برطارم اعلیٰ نشیم گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

یعنی کبھی تو بلند منزل پہ گامزن رہتا ہوں اور کبھی اپنے پاؤں کی پیٹھ کو بھی نہیں دیکھ پاتا ہوں۔ حقیقت ہے کہ حضرت سرکار خواجہ علیہ الرحمہ اگر زدردار جملہ میں کچھ فرماتے تھے تو آن واحد میں اس کا اثر ظاہر ہوتا تھا۔ اور جو کام ہونے والا نہ ہو اس کے بارے میں خاموش ہو جاتے تھے۔ اگر آدمی زیادہ اصرار کیساتھ دریافت طلب ہوتا تھا تو ایسے گنگنا کر بولا کرتے تھے کہ پوری بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ وہ کام ہونیوالا نہیں ہے پس بے شک زبان ولایت سے خدا بولتا ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ فَلَہٗ ط

حق بات

طالب صادق اگر آپ حصول الیٰ اللہ کے خواہشمند ہیں تو فوراً کسی شیخ کامل کا دامن تھام لیں تاکہ وہ آپکو منزل مقصود پر پہنچائے کیونکہ بغیر پیر کامل کہ کامیاب منزل تک رسائی نہیں ہو سکتی جیساکہ مثنوی شریف میں مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

نار خنداں باغ را خنداں کند صحبت نیکانت ازنیکاں کند

اور حضرت یوسف ہمدانی رضی اللہ عنہٗ کا قول ہے۔ اَصْحِبُوْا

مَعَ اللّٰہِ فَاِنْ لَّمْ تُطِیْعُوْا فَاصْحَبُوْ مَعَ مَنْ یَّصْحَبُ مَعَ اللّٰہِ ط

ترجمہ۔ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھو پس اگر طاقت نہیں ہو تو پھر تم صحبت رکھو اس شخص کیساتھ جو خدائے تعالیٰ سے صحبت رکھتا ہے۔ اس طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ٥ اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔ ثابت ہوا کہ جو خدا کی طرف مائل ہے ان کے دامن سے وابستہ ہو جائیں تو یقیناً معرفت سے قلب تاریک روشن ہوگا

جب مرید صحبت شیخ میں موؤدب ہو جاتا ہے تو اس پر رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور جو اپنے پیر کے ساتھ موؤدب نہ ہو فیض باطن سے محروم رہ جاتا ہے جیسا کہ مثنوی شریف ہے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

یعنی خداوند قدوس سے ہم ادب کی توفیق چاہتے ہیں۔ کیونکہ بے ادب رب ذو الجلال کے فضل سے محروم رہتا ہے اس لئے راہ سلوک میں گستاخی نہیں کرنی چاہیے۔

ہر کہ گستاخی کند اندر طریق
گردد اندر وادی حیرت غریق

یعنی جس شخص نے طریقت کی راہ میں گستاخی کی وہ حیرانی کے جنگل میں غرق ہو گیا اس لئے یہ بھی نہ کہا جائے کہ میں پیر کی بات نہیں مانوں گا یہ عمل میری سمجھ میں نہیں آتا اور پیر کے حرکات وسکنات پر اعتراض نہ کرے۔

اگر سمجھ میں نہ آئے تو دریافت کرلے اس پر بھی نہ سمجھے تو اپنا قصور سمجھے اسلئے کہ شیخ کامل جو کچھ کرتے ہیں الہام واذن الٰہی سے کرتے ہیں اس لئے وہ کام قابل اعتراض نہیں۔ اپنے پیر کے قول وفعل کا الٹا جواب نہ دے ورنہ سب کچھ محو ہو جائیگا۔ شیخ کے سامنے اپنے اختیارات کو دور کر دے اور جو کچھ امور دینی و دنیاوی ہوے اختیار و بے ارادہ پیر کے شروع نہ کرے اسلئے تو کہا گیا ہے اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ یعنی پیر کامل اپنے قوم میں ایسا ہے جیسا کہ نبی اپنی امّت میں۔

ع بمئے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود زراہ ورسم منزلہا

ہاں اگر خلاف شریعت صریح ہو مثلاً ترک فرائض وارتکاب کبائر تو ایسے کو پیر کہنا نہیں چاہیئے اور وہ اعتبار کے لائق نہیں۔ اور بھی علمائے تصوف نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی ہوا میں اڑتا ہے یا پانی پر کھڑا چلتا ہو مگر اس کی مونچھیں خلاف شرع بڑھی ہوئی ہو یا داڑھی حد شرع سے کم ہو تو پھر بھی ولی نہیں سمجھنا چاہیئے۔

بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا

بزرگان دین کے ہاتھ پاؤں چومنا اور انکے تبرکات ولباس وغیرہ کو بوسہ دینا انکی تعظیم کرنا مستحب ہے۔ مشکوٰۃ شریف باب المصافحۃ والمعانقہ

فصل ثانی میں ہے۔

عَنْ ذِرَاعٍ فَکَانَ فِیْ وَفْدِ عَبْدِ الْقَیْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِیْنَۃَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ یَدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَہٗ۔ ترجمہ! حضرت ذراع رضی اللہ عنہ سے مروی یہ وفد عبد القیس میں تھے فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو اپنی سواری سے اترنے میں جلدی کرتے پس ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پاؤں چومتے تھے۔

دوسری حدیث مشکوٰۃ شریف باب الکبائر وعلامات النفاق میں حضرت صفوان بن عسال سے روایت ہے فَقَبَّلَا یَدَیْہِ وَرِجْلَیْہِ یعنی پس انہوں نے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے ہاتھ پاؤں چومے۔

تیسری حدیث مشکوٰۃ شریف باب مَا یُقَالُ عِنْدَہٗ مَنْ حَضَرَتْہُ الْمَوْتُ بروایت ترمذی وابوداؤد ہے۔ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ وَھُوَ مَیِّتٌ۔ حضور علیہ السلام نے عثمان بن مظعون کو بوسہ دیا۔ حالانکہ ان کا انتقال ہوچکا تھا۔ شفا شریف میں ہے۔ کَانَ ابْنُ عُمَرَ یَضَعُ یَدَہٗ عَلَی الْمِنْبَرِ الَّذِیْ یَجْلِسُ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْخُطْبَۃِ ثُمَّ یَضَعُہَا عَلٰی وَجْہِہٖ۔ یعنی جس ممبر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرماتے تھے اس پر حضرت عبد اللہ ابن عمر اپنا ہاتھ لگا کر چہرے پر

رکھتے تھے یعنی چومتے تھے ۔

شرح بخاری للابن حجر پارہ ششم میں ہے کہ ارکان کعبہ کے چومنے سے بعض علماء نے بزرگان دین کے تبرکات کو چومنا ثابت کیا ہے ۔ امام محمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے ان سے کسی نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر یا قبر انور چومنا کیسا ہے ۔ فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ۔ اور ابن ابی الضف یمانی سے جو مکہ کے علمائے شافعیہ میں سے ہیں منقول ہے کہ قرآن کریم اور حدیث پاک کے اوراق بزرگان دین کی قبریں چومنا جائز ہے تو شیخ علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حجر اسود کے چومنے سے بعض عارفین نے بزرگان دین کی قبروں کو چومنا ثابت کیا ہے اسی پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ رسالہ دراز نہ ہو ۔ بہر حال ان احادیث و محدثین و علماء کے اقوال سے بزرگوں کے مزارات و پاؤں چومنا اور انکے لباس و قرآن کریم و کتب احادیث کے اوراق کو بوسہ دینا جائز اور باعث برکت ثابت ہوئے ۔

ایک چشم دید واقعہ سناؤں ۔ ایک مرتبہ دکھن علاقہ کا ایک شخص خانقاہ رحمٰن پور لطیفیہ تکیہ شریف عرس اعلیحضرت مولانا شاہ حفیظ الدین قدس سرہ العزیز میں شرکت کیلئے علی الصبح گھر سے چل کر کمیدپور اسٹیشن پر آئے اور جب گاڑی پر سوار ہونے لگے تو اچانک پاؤں پھسل گیا شدید چوٹ لگی اور فوراً ٹخنہ پر تلوا سمیت کافی ورم آگیا درد سے

ہے میں مختصر یہ کہ خانقاہ پہنچتے پہنچتے جناب منشی جی کی آدھی جان نکل گئی تھی ایک آدمی اور ساتھ تھا جسکے سہارے بمشکل مسجد تک پہونچے اور مسجد کے پیچھے جہاں شامیانہ ڈال کر عرس میں گدی کا کام لیا جاتا ہے وہیں مرشدی و آقائی حضور خواجہ وحید اصغر علیہ الرحمہ چارپائی پر آرام فرماتے ہوئے زائرین پر توجہ خاص فرمایا کرتے تھے موجود تھے اور میں خدمت میں حاضر تھا کہ منشی جی کے ساتھ والا آدمی میرے قریب آکر کہا کہ منشی جی آئے ہیں مگر ان کا پاؤں ورم ہے اور کافی سوزش، جلن اور درد ہے میں نے کہا کہ کسی طرح بھی ان کو اٹھا کر حضرت سرکار خواجہ کی چارپائی کے قریب لاؤ۔ چنانچہ وہ گیا اور کسی طرح انکو حضرت کی کھاٹ کے قریب لایا۔ میں نے دیکھا کہ درد کی شدت سے تڑپ رہے ہیں فوراً حضرت سے اس درد کے مارے کی بات کہی اور منشی جی سے کہا کہ آپ حضرت سرکار کے پاؤں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیں اور آنکھ و منہ سے بوسہ دیں (یعنی چومیں) انہوں نے ایسا ہی کیا میں نے کہا جب تک آرام نہ پا جائیں اس وقت تک قدم مبارک کو چھوڑنا نہیں۔ مسلسل تیس منٹ تک کم و بیش اسی طرح قدم خواجہ کو آنکھوں سے لگائے رہے اور رو رہے تھے دیکھئے کرم کے اس آدھے گھنٹے کے اندر ورم، جلن و درد سارے کے سارے ختم، یہ تو آنکھوں دیکھا حال ہے کہ قدم بزرگان چومنے سے جب یہاں کا درد کافور ہو سکتا ہے تو بعد حشر کی انجمن میں ضرور ان کا دامن کام آئے گا۔

؎ آنکھ والے تیرے جلوے کا تماشا دیکھے
کور بینا کو کیا آئے وہ کیا دیکھے

حقیقت سماع

سماع اکثر بزرگوں نے سنا ہے اور سنتے ہوئے رقص و وجد بھی فرمایا ہے اکثر کتب تصوف سے ثابت ہے چنانچہ حضرت علامہ عبدالغنی صاحب نابلسی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے کہ سماع محققین کے نزدیک لفظ عام ہے خواہ وہ ساز کے ساتھ ہو یا بے ساز کوئی فرق نہیں۔ دف ہو یا مزامیر سب برابر ہے ہاں سازوں میں علماء کا اختلاف ہے بعض کل سازوں کو جائز کہتے ہیں اور بعض ناجائز و حرام اور بعض لوگ جائز کو خاص دف کیساتھ مخصوص کرتے ہیں اسلئے کہ دف کیساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے سننا ثابت ہے۔ حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کیمیائے سعادت میں تحریر فرمایا ہے جسکو اس رسالہ میں مختصر درج کرتا ہوں کہ جس کے دل میں حق تعالیٰ کے عشق کی آگ ہو تو سماع اس کیلئے ضروری ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کے عشق کی آگ اس کے دل میں تیز ہوتی ہے جس شخص کے دل میں جھوٹی محبت ہے سماع اس کیلئے زہر قاتل ہے اور ناجائز و حرام ہے اور سماع کے جائز و ناجائز ہونے میں علماء کا اختلاف ہے جس گروہ نے اسے حرام کہا ہے وہ اہل ظاہر ہیں۔ سماع کا حکم دل سے لینا چاہیئے۔ کیونکہ جو چیز دل میں نہ ہو سماع اسے پیدا نہیں کرتا بلکہ صرف اس چیز کو جنبش میں لاتا ہے جو دل میں موجود ہوتی ہے اور جس شخص کے دل میں ایسی شئی ہو جو شریعت میں محبوب ہے، وہ اسکو مضبوط بنانا چاہتا ہے جب تو سماع سے اسکو فائدہ اور ثواب حاصل ہوگا۔ اور جس

شخص کے دل میں کوئی باطل شئی ہے جو شریعت میں مذموم ہے تو اس کیلئے سماع موجب عذاب ہوگا الخ کیمیائے سعادت کا مطالعہ کریں۔

رد المختار میں ہے کہ آلات ہو یا لذّات حرام نہیں بلکہ بقصد سننے والے یا بجانیوالے کے ہو حرام ہو جاتا ہے بایں وجہ قول اسلم اس بارے میں ہے کہ کل آلات سماع حرام نہیں اور کل باجے جائز نہیں کیا نہیں دیکھتے کہ آلات یا لذّات کبھی جائز ہوتا ہے اور کبھی ناجائز و حرام، نیت کی اختلاف کی وجہ سے تو ہمارے پیشوایان طریقت صوفیائے کرام کیلئے کہ ان کا قصد سننے میں خدائے تعالیٰ کے عشق و محبت کا ہونا ہے۔ پس معترضین کو نہیں چاہئے کہ انکار کرکے اس برکت سے محروم رہیں۔ بعض اکابر اولیاء بے سماع تھے مگر انکار بھی نہیں کرتے تھے۔

ملّی ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ صوفیونکے لئے سماع ایسا ہے جیسا کہ زمزم پانی پینے والوں کیلئے ہے اور اس میں فوائد کثیر ہیں۔ سلطان الہند حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

؎ جائیکہ زاہدان بہ ہزار اربعین رسند
مست شراب عشق بیک آدمی رسند

ملفوظات خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی میں تحریر ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سُنا ہے کہ سماع کی چار قسمیں ہیں۔ جائز و ناجائز و مکروہ و مباح

جس کی تشریح یوں فرمائی کہ اگر صاحب وجد کا دل اللہ کی طرف زیادہ ہو تو مباح ہے اگر مجاز کی طرف ہو تو مکروہ ہے یا اگر دل بالکل اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو جائز و حلال ہے اور اگر بالکل مجاز کی طرف ہو تو ناجائز و حرام ہے پھر ارشاد فرمایا کہ جو آواز موزوں ہیں وہ کسی طرح حرام و ناجائز ہو سکتی ہے شیخ الاسلام ہند الولی حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ سماع کے متعلق فرماتے ہیں کہ سماع ایک سر حق ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۵ یعنی جو لوگ کے سنتے ہیں باتوں کو پس نیک باتوں کی پیروی کرتے ہیں وہی لوگ ہیں جن کی اللہ نے ہدایت فرمائی اور وہی صاحب عقل ہیں جب حیوانی خصلتیں جو ذات عالم میں ہیں اس کی ذات سے منقطع ہو جاتی ہے اور انسانی خصلتیں ان پر غالب آتی ہے تو عشق کا غلبہ ہو جاتا ہے اور ہیبت سے جنبش شروع ہو جاتی ہے اسوقت باطنی اسرار کا کشف اسے حاصل ہوتا ہے تو انتہائی ذوق و شوق سے وہ رقص کرنے لگتا ہے جیسا کہ کسی بزرگ کا قول ہے

؎ گر عروس سبز پوش مرا روے بنماند
لاجرم طاؤس دل در رقص آید

بایں طور حضرت خواجہ چراغ نصیر الدین دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی عالم نے حضرت شیخ المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہٗ العز

کی خدمت میں آکر کہا کہ یہ کب جائز ہے مجمع میں دف اور بانسریاں بجائی جائے اور سماع سنا جائے اور صوفی رقص کریں۔ آپ نے فرمایا کہ سماع نہ تو مطلق حرام و ناجائز ہے اور نہ مطلق حلال یعنی جائز ہے اللہ تعالیٰ نے بعض کیلئے حلال کیا ہے اور بعض کیلئے حرام تو جس کیلئے حرام ہے انہیں سننا نہیں چاہیئے اور جن کیلئے حلال ہے انہیں کوشش کرنی چاہیئے پھر فرمایا سماع دردمندوں کیلئے بمنزل علاج ہے جس طرح ظاہری درد کیلئے علاج ہوتا ہے اسی طرح باطنی درد کیلئے سماع کے سوا کوئی علاج نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ سماع پر غم اور اہل درد کیلئے مباح ہے اور بے درد اہل نفس کیلئے حرام حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

جہاں بر سماع ست مستی و شور
ولیکن چہ بیند در آئینہ کور
پریشاں شود گل بہ باد سحر
نہ ہیزم کہ نشگافدش جز تبر

اس موقع پر مرشدی و آقائی حضرت سیدنا خواجہ علیہ الرحمہ کی سیرت قابل ذکر ہے کہ اکثر میں نے دیکھا کہ جب بزم سماع میں تشریف فرما ہوتے تو آنکھیں پُرنم اور چشم مبارک لرزتا ہوا اور چہرے کا رنگ بدلتا ہوا جیسا کہ کوئی چوٹ لگی ہو اور درد کے مارے بے چین ہوں۔ جبتک مجلس سماع میں تشریف رکھتے تھے تو اہل عقیدت کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ مجلس

نور سے بھر گئی اور باران رحمت کا نزول ہو رہا ہے۔ جس سے خواجہ صاحب کے عاشق کا سینہ معمور ہو رہا ہے اسی پر اکتفا کرتا ہوں سماع کے بارے میں پوری تفصیل دیکھنا ہو تو مفتاح العاشقین ملفوظات حضرت خواجہ چراغ نصیر الدین دہلوی اور رسالہ احقاق السماع ملاحظہ فرماویں۔

مختصر حضور محبوب سبحانی غوث صمدانی کا ارشاد سپرد قلم کرتا ہوں غنیۃ الطالبین میں حضرت بڑے پیر دستگیر ارشاد فرماتے ہیں کہ سماع کے وقت پیر کی توجہ سے کیفیت پیدا ہو تو وجد میں آسکتا ہے اگر اس صورت میں مغلوب الحال ہو جائے تو اس مغلوبیت کے بقدر اجازت ہے لیکن وجد کا جوش ختم ہوتے ہی فوراً سکون و ادب و سنجیدگی کی جانب واپس آجائے اور اگر کوئی راز منجانب اللہ اس پر منکشف ہوا ہو تو اس کو پوشیدہ رکھے۔

سماع کے بارے میں غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا خیال یعنی سماع۔

قوالی با مزامیر اور رقص کو ہم جائز نہیں سمجھتے لیکن ہمارے زمانہ میں لوگ اپنی خانقاہوں میں اس راہ کو اختیار کئے ہوئے ہیں یعنی مجلسوں میں با مزامیر قوالی و رقص کا سلسلہ جاری ہے ممکن ہے کہ اس راہ پر چلنے والے سچے ہوں ان کے مسلک کے مطابق ہم اس موضوع پر قلم اٹھا رہے ہیں کہ سماع میں کلام کے معنی سامع کے جذبات محبت و صداقت کی آگ کو بھڑکا دیں اور وہ اس آگ سے بھڑک اٹھے اور خودی غائب ہو جائے اور اس کے اعضاء میں

بے ساختہ حرکت پیدا ہو جائے۔ مرید کو چاہیئے کہ سماع کی حالت میں نہ کسی سے مزاحمت کرے اور نہ تعرض۔ نہ گانے والوں سے یہ فرمائش کرے کہ ایسے اشعار گاؤ جو رقت آفریں ہو البتہ اگر سامع اہل حال ہے اور آداب ظاہری سے واقف ہے اور تصنع سے عاری ہے تو اللہ تعالیٰ خود ایسے اسباب پیدا کر دیگا اور سامع کی خواہش خود بخود پوری ہو جائیگی (از غنیۃ الطالبین) لہٰذا منکرین راز سماع کو چاہیئے کہ زبان کو خاموش رکھیں۔

راز کی باتیں

ہمیں جاننا چاہیئے کہ ایمان روح کی اصلی سرمایہ ہے جو اپنے وطن اصلی سے لائی ہے بدن اور نفس اس کا بچا ہوا مال روح کو فرمایا جا رہا ہے کہ تو اس مال یعنی جسم و نفس کو خدا کی راہ میں صرف کر ڈال تاکہ اس کے بدلے محشر میں چمکدار جسم و بہتر نفس پائے۔ اے روح تو یہاں بحیثیت مسافر کے ہے۔ اس راہ میں پروردگار نے بہت سی نشانیاں قائم فرما دی ہے۔ جس سے منزل کامیاب کا پتہ لگتا ہے اس راستہ کو بہت غور و فکر کے ساتھ طے کر تاکہ منزل مقصود پر پہنچے صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ عوام کی خیرات بچے ہوئے مال سے اور خواص کی خیرات سارے مال سے اور خاص الخاص کی خیرات مال و اولاد جسم و جان سب سے

ہے۔ جیساکہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایکبار سارا مال راہ خدا میں دیدیا۔ غار ثور میں جان بھی قربان کردیا۔ اور اولاد کو بھی عشق رسول پر قربان کر ڈالا۔ ان کیلئے یہ ساری چیزیں عفو میں داخل تھیں مگر سخاوت سخی کے درجہ کے مطابق ہے۔ بعض حضرات کا فرمان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر معرفت اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر شریعت اور حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طریقت اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ پر حقیقت غالب تھی (روح البیان) ایک بار صدقہ کا حکم دیا گیا۔ صحابہ کرام مال لا رہے تھے اور حضرت ابوامامہ باہلی بارگاہ نبوت میں بیٹھ کر کچھ پڑھ رہے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا پڑھتے ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ لوگ مال خیرات کر رہے ہیں اور میں غریب آدمی ہوں مال تو نہیں۔ اس لئے ___ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ رہا ہوں رحمت والے آقا نے فرمایا تمہارے لئے یہ کلمات سونا خیرات کرنے سے افضل ہے روح البیان نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ سب سے پہلے عرش کی عظمت دیکھ کر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے کہا جب ان میں روح پھونکی گئی۔ اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سب سے پہلے نوح علیہ السلام نے کہا طوفان دیکھ کر۔ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا فدیہ

یعنی دنبہ دیکھ کر۔ فائدہ جو یہ سارے کلمات پڑھے گا ان چاروں حضرات کے سائے میں رہے گا۔ انہیں باتوں کی تعلیم دینے کیلئے اور اصلاح باطن کیلئے قیامت تک اس امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیچ اولیائے کرام و علمائے حقانی پیدا ہوتے رہیں گے۔ اس امت جیسے اولیاء کسی امت میں نہ ہوتے۔ اگرچہ بنی اسرائیل میں حضرت مریم علیہا السلام۔ اصحاب کیف۔ آصف برخیا جیسے اولیاء اللہ پیدا ہوئے مگر ان سے فیضان جاری نہ ہوا جو خواجہ اجمیری اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے جاری ہوئے۔ ان کی ولائتیں وقتی تھیں کیونکہ ولایت دیوار نبوت کا سایہ ہوتی ہے۔ دیوار بھی گئی سایہ بھی گیا۔ اولیاء آفتاب نبوت کے ذرے ہوتے ہیں۔ جب سورج غروب ہو گیا تو ذروں کی چمک بھی جاتی رہی مگر ہمارا مدینہ والا سورج کبھی غروب ہونیوالا نہیں۔ لہذا دین محمدی کے اولیاء کی چمک کبھی ختم ہونیوالی نہیں۔ اولیاء اللہ کا سینہ منکشف ہو جاتا ہے، ہر ظاہر و باطن کو برابر دیکھ لیتے ہیں جیسے کہ دوربین کے ذریعہ آنکھ دور تک کی چیز محسوس کر لیتی ہے ایسے ہی نبوت و ولایت بلکہ ایمانی دوربین سے ظاہر و باطن یکساں سب ظاہر ہو جاتا ہے۔

اس لئے حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ مسلمانوں کی دانائی سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ دوسری روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کامل مومن کی آنکھ اور کان بنجاتا ہے جس سے وہ دیکھتا اور سنتا ہے (تفسیر نعیمی) پس ہم لوگوں کو چاہئے کہ اللہ والوں کی صحبت اختیار کریں انکی شان میں

گستاخی کے کلمے نہ بولیں۔ چونکہ حدیث قدسی ہے کہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیگا کہ میرے دوستوں کو میرے قریب کردو۔ فرشتے کہیں گے کون تیرا دوست ہے اللہ تعالیٰ فرمائیگا۔ مسلمانوں میں جو فقراء ہیں یعنی اولیاء انہیں میرے قریب لاؤ (ابن عساکر) اولیاء اللہ کی غیبت نہ کریں اور کوئی بات اپنے مجاز کے خلاف دیکھیں اگر سمجھ میں نہ آئے تو اسے سمجھ لیں اس پر بھی نہ سمجھ پائیں تو اپنا قصور سمجھیں شکایت کرنے سے گریز کریں اور صحبت اولیاء سے فیض حاصل کرنیکا ارادہ رکھیں یقیناً کامیاب ہونگے۔ مثنوی شریف میں ہے۔

؎ یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گردانند ز راہ

اس پر قیاس کرتے ہوئے اپنے ظاہر و باطن کو سنواریں۔

مقام اولیاء

اہل دنیا کو بھی اولیاء اللہ کی ضرورت ہے جیسے عالم اجسام میں بعض جسم محتاج ہیں اور بعض محتاج الیہ یعنی کوئی فیض دینے والے اور کوئی فیض لینے والے جیسا کہ سورج و بارش فیض دینے والے اور زمین وہری بھری کھیتیاں و باغات

فیض لینے والے بس اسی طرح عالم روحانیت میں انبیاء علیہم السلام اور انکے ذریعہ علماء و اولیاء اللہ فیض دینے والے اور ساری دنیا فیض لینے والے یعنی فیض سے معمور ہونیوالے ہیں۔ جس طرح شمس و باران کی ہمیشہ ضرورت ہے بس اسی طرح علماء و اولیاء کی بھی سخت ضرورت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء و اولیاء دین کو باران نبوت کا تالاب فرمایا ہے (مشکوٰۃ کتاب العلم) یہ نقش ذہن نشین ضرور کرلیں کہ رب رحمتیں دینے والا حبیب کبریا تقسیم کرنیوالا۔ اَللّٰہُ مُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِمٌ اور یہ تقسیم علماء و اولیاء کے ذریعہ ہم تک پہونچنے والا۔ پہلی حدیث پاک میں چالیس ابدال کے بارے میں ارشاد ہوا کہ انکی برکت سے بارش ہوگی۔ اور دشمنوں پر فتح حاصل ہوگی اور اہل شام سے عذاب دور ہوگا۔ (آخر مشکوٰۃ) ہمیں جاننا چاہیئے کہ رب کریم ذوالجلال والحکیم تک رسائی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم تک رسائی علماء و اولیاء کے ذریعہ صحابہ کرام نے سینہ مصطفوی سے نور علم بلاواسطہ حاصل کیا اور بعد والے صحابہ کرام کے سینوں سے ہمارے لئے اولیاء اللہ کے سینے وہ شفاف آئینے ہیں جن سے سارا عالم منور ہے اس لئے بیعت کی جاتی ہے کہ آدمی بے نور نہ رہیں۔ انبیاء علیہم السلام ظاہری و باطنی اصلاح کیلئے تشریف لائے۔ ختم نبوت کے بعد وہ کام علماء و اولیاء کو سپرد ہوا۔ ظاہری اصلاح کے ذمہ دار علماء ہیں اور باطنی اصلاح اولیاء اللہ کے سپرد ہوئے۔ علمائے شریعت قالب پر نقش

زنگار کھنچتے ہیں۔ پیر طریقت مراقبہ و چلہ کرا کر قلب کو چمکدار بناتے ہیں۔ معرفت ربانی کا نقش سجا دیتے ہیں۔ ادب کے آخری منزل میں پہونچا کر رب سے ملا دیتے ہیں۔

؎ روح نہ کیوں ہو مضطرب موت کے انتظار میں
سنتا ہوں مجھکو دیکھنے آئیں گے وہ مزار میں

اتنا ضرور خیال کرنا چاہیئے کہ اپنی زندگی کو عشق حق کی بھٹی میں ڈالکر چمکدار بنائیں۔ جس طرح زنگ آلود لوہے کو بھٹی کی ضرورت ہے، اسی طرح زنگ آلودہ دل کو صحبت اولیاء کی ضرورت ہے۔ جس کو کسی ولی کا دامن مل گیا اس کا مقدر چمکا

ایک دفعہ غوث سبحانی شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ صحرا میں اکیلے جا رہے تھے قیمتی قبا زیب تن تھا ایک ڈاکو نے بری نیت سے دامن پکڑا مگر غوث نے فرمایا پروردگار اس نے عبد القادر کا دامن پکڑا ہے قیامت تک اس کے ہاتھ سے نہ چھوٹے، اور کیا تھا اپنے وقت کا قطب ہو گیا۔

؎ نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں.

اسی طرح ایکبار حضور خواجہ بہاء الدین نقشبندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک کمہار کی بھٹی پر گذرے جس میں مٹی کے برتن پک رہے تھے حضور خواجہ نے اس پر نگاہ فرمائی تو نار کو نور کر دیا تمام برتنوں پر اللہ اللہ کا نقش ہو گیا۔ کمہار یہ دیکھ کر چیخ پڑا۔

؎ اے شاہِ نقشبند تو نقشے مرا بہ بند
چناں بہ بند کہ گویند نقشبند

حقیقت ہے کہ اولیاء اللہ مظہر صفات الٰہی ہوتے ہیں زبان ان کی ہوتی ہے اور کلام رب کریم کا ہوتا ہے۔

؎ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

سچی بات ہے کہ شریعت میں اظہار ہے تو طریقت اخفاء جس طرح زینت مکان کے دروازے پر اور موتی گھر کے اندر کوٹھڑی میں ہوتی ہے۔

وصیت

برائے مرید جو آداب ضروری ہے منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ بلا ضرورت پیر کے سامنے بات نہ کرے اور نہ اپنی کوئی خوبی پیر کے سامنے بیان کرے نماز کے سوا کبھی بھی پیر کے آگے نہ جائے اگر شیخ طریقت اجازت دے تو تعمیل حکم میں ایسا کر سکتا ہے۔

پیر طریقت کے سامنے اگر کوئی مسئلہ آجائے اور مرید کو اس کا صحیح تفصیلی جواب معلوم ہے جب بھی خاموش رہے اور پیر طریقت کی زبان سے اس کا جواب سنے۔ اور اس کو غنیمت سمجھے اور دل سے مان کر

اس پر عمل کرے اگر پیر طریقت کے جواب میں کوتاہی نظر آئے تو اعلانیہ تردید کرے ان باتوں کو پوشیدہ رکھے اپنے پیر کی غلطی کو ظاہر نہ کرے ۔

مرید کیلئے کبھی بھی یہ جائز نہیں کہ امر ممنوعہ کی اجازت کا طلبگار ہو اور اللہ کی جس نافرمانی کو ترک کر چکا ہے اس کی طرف دوبارہ واپس آئے یہ کبیرہ گناہ ہے ۔ اہل طریقت کی نظر میں مریدی کی شکست ہے ارادت شیخ اس ارادہ سے فسخ ہو جاتی ہے ۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہبہ کی کوئی چیز کو دوبارہ واپس لینے اس کتے کے مانند ہے جو منہ سے غذا الٹ کر پھر کھالے ۔ مرید پر لازم ہے کہ اس کا پیر اس کی ادب آموزی کیلئے جو بھی حکم دے ۔ اس کو بجا لائے ۔ (غنیتہ الطالبین) ۔

داخل عبادت

دلیل العارفین ملفوظ خواجہ خواجگان چشت میں ہے حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بروز دوشنبہ حاضر دربار ہوا تو دیکھا کہ شیخ جلال الدین و شیخ اوحد الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہما اور دیگر بزرگان حاضر خدمت تھے اور اس موضوع پر بات ہو رہی تھی کہ پانچ چیزوں کو دیکھنا عبادت میں داخل ہے اس کے بعد مبارک زبان سے ارشاد فرمایا

ان پانچوں میں پہلی اپنے والدین کے چہرے کو دیکھنا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو فرزند خداوند تعالیٰ سے دوستی کیلئے اپنے والدین کا چہرہ دیکھتا ہے اس کے نامہ اعمال میں حج کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک فاسق بدکار نوجوان فوت ہوا تو اس کو خواب میں دیکھا کہ حاجیوں کے ساتھ بہشت میں ٹہل رہا ہے لوگوں کو تعجب ہوا تو دریافت کیا۔ کہا میری بوڑھی ماں تھی جب میں گھر سے نکلتا اس کے قدموں پر سر رکھدیتا، ماں دعا دیتی اللہ تجھے بخشے اور حج کا ثواب تیرے نصیب کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کی اور مجھے بخش دیا۔ دیگر بعد ازاں ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے پوچھا یہ مرتبہ آپکو کس طرح حاصل ہوا۔ فرمایا جب میں سات برس کا تھا تو مسجد میں استاد سے قرآن مجید پڑھنے جاتا تھا جب اس آیت پر پہنچا۔ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا تو استاد سے اس کا مطلب پوچھا تو فرمائے کہ حکم الٰہی ہے کہ ماں و باپ کی خدمت بجالاؤ۔ یہ سنتے ہی گھر آیا اور ماں کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ماں کی خدمت بجالاؤ۔ تو اللہ تعالیٰ سے میرے لئے کچھ مانگ میں تیری خدمت بجالاؤں گا۔ والدہ سے جب یہ درخواست کی تو انہوں نے رحم کھایا اور دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرنیکے بعد میرا ہاتھ پکڑ کر قبلہ رو ہو کر خدائے تعالیٰ کو سونپا یہ دولت مجھے وہاں سے نصیب ہوئی۔ جس کا سبب والدہ محترمہ کی دعا تھی۔

اے جانِ مادر

دوسرے یہ کہ ایک مرتبہ جاڑے میں رات کیوقت میری ماں نے پانی مانگا میں کوزہ میں پانی لے کر حاضر ہوا۔ لیکن میری ماں سو گئی جگایا نہیں بلکہ پوری رات کوزہ لیکر کھڑا رہا۔ رات کے آخری حصّہ میں بیدار ہوئی مجھے کوزہ لیکر کھڑا دیکھا۔ جب مجھ سے کوزہ لیا تو سردی کے مارے میرا ہاتھ کوزے سے چپکا ہوا تھا۔ کوزے کیساتھ میرے ہاتھ کا چمڑا اکھڑ گیا ماں نے ترس کھا کر میرا سر بغل میں لیا اور سینہ سے لگا کر بوسہ لیا اور بولی۔ اے جانِ مادر! تو نے بڑی تکلیف اٹھائی یہ کہکر میرے حق میں دُعاء کی۔ اللہ تعالیٰ تجھے بخشے۔ میری ماں کی دُعاء قبول ہوئی اور یہ دولت اُسی دُعاء کی بدولت نصیب ہوئی۔ اس کے بعد فرمایاؒ۔ قرآن شریف کا دیکھنا ہے۔ شرحِ اولیاء میں دیکھا ہے کہ جو شخص قرآن شریف کو دیکھتا ہے یا پڑھتا ہے اس کو دو طرح کا ثواب ملتا ہے ایک پڑھنے کا دوسرا دیکھنے کا ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں عطا ہوتی ہیں اور دس بدیاں مٹائی جاتی ہیں پھر اسی موقع پر فرمایا۔ سلطان محمود غزنوی کو وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپکے ساتھ کیا سلوک کیا۔ فرمایا ایک رات ایک شخص کا مہمان تھا۔ طاق پر قرآن شریف رکھا تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ قرآن مجید یہاں ہے کس طرح سوؤنگا۔ سوچا کہ کسی اور مکان میں لیجاکر رکھدیا جائے۔ پھر خیال آیا کہ اپنے آرام کی خاطر کیوں باہر لیجاکر رکھوں الغرض موت کیوقت اسی کے عوض بخشدیا گیا۔ پھر اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ

ایک مرتبہ ایک بزرگ مصلّٰی پر بیٹھا تھا سامنے قرآن شریف رکھا تھا ایک نابینا نے آکر التماس کی کہ میں نے بہت علاج کئے آرام نہیں ہوا۔ اب آپکے پاس آیا ہوں میری آنکھیں ٹھیک ہو جائے آپ سے فاتحہ کیلئے ملتجی ہوں۔ اس بزرگ نے قبلہ رخ فاتحہ پڑھی اور قرآن شریف اٹھا کر آنکھوں پر مل دیا۔ جس سے اس کی آنکھیں چراغ کی طرح روشن ہو گئیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ جامع الحکایات میں دیکھا ہے۔

پہلے زمانے میں ایک فاسق جوان تھا جب وہ مر گیا تو اسے خواب میں دیکھا کہ سر پر تاج رکھے خرقہ پہنے فرشتوں کیساتھ بہشت میں جا رہا ہے تو اس سے پوچھا تو بدکار تھا۔ یہ دولت کہاں سے نصیب ہوئی۔ اس نے کہا دنیا میں مجھ سے ایک نیکی ہوئی وہ یہ کہ جہاں کہیں قرآن شریف دیکھ لیتا کھڑے ہو کر بڑی عزت کی نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کی بدولت مجھے بخش دیا اور یہ درجہ عنایت فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص علماء کی طرف دیکھے تو اللہ تعالیٰ ان کیلئے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت تک اس کیلئے بخشش مانگتا رہتا ہے اس کے بعد فرمایا۔ جس دل میں علماء و مشائخ کی محبت ہو ہزار سال کی عبادت اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہے۔ اگر اسی درمیان مر جائے تو اسے علماء کا درجہ ملتا ہے اس مقام کا نام علّیّین ہے۔ فتاویٰ ظہیریہ میں دیکھا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص علماء سے آمد و رفت رکھے اور سات دن

اس کی خدمت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ بخش دیتا ہے اور سات ہزار سال کی نیکی اس کے نامۂ اعمال میں لکھتا ہے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ پہلے زمانہ میں ایک آدمی علماء و مشائخ کو دیکھ کر ازروئے حسد منھ پھیر لیتا تھا۔ جب وہ مر گیا۔ لوگوں نے اس کا رخ قبلہ کی طرف کرنا چاہا لیکن نہ ہوا۔ غیب سے آواز آئی کہ اس نے دنیا میں علماء و مشائخ سے رُو گردانی کی ہے۔ اس لئے ہم اپنی رحمت سے اسکا منہ پھیر دیئے ہیں۔ بروز قیامت ریچھ کی صورت میں اس کا حشر کریں گے۔

چوتھا مرتبہ خانہ کعبہ کا دیکھنا ہے۔ رسول کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کعبہ کی زیارت کریگا وہ عبادت میں داخل ہوگا۔ اس کی زیارت سے ہزار سال کی عبادت اور حج کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائیگا۔ اولیاء کا درجہ اسے نصیب ہوگا

پانچواں ۵ درجہ! اپنے پیر کو دیکھنا اور خدمت کرنا ہے۔ میں نے معرفۃ المریدین میں دیکھا ہے کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے پیر کی خدمت ایکروز بجالائے اللہ تعالیٰ بہشت میں مرواریدی ہزار محل عنایت کریگا۔ اور ہزار سال کی عبادت اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائیگا۔ پھر فرمایا کہ مرید کو لازم ہے جو کچھ پیر کی زبان سے سُنے اس پر پوری کوشش سے عمل کرے اور خدمت بجالائے۔

اسی موقعہ کے مناسب حکایت بیان فرمائی۔ ایک مرتبہ کسی زاہد

نے سو سال خدائے تعالیٰ کی عبادت کی۔ دن کو روزہ رکھتا اور رات کو کھڑا رہتا۔ کسی وقت یاد الٰہی سے غافل نہیں رہتا تھا۔ جو بھی اس کے پاس آتا اسے نصیحت کرتا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ط یعنی تمہیں عبادت کیلئے پیدا کیا ہے صرف کھانے پینے غافل رہنے کیلئے نہیں۔ اے مسلمانو! کسی کام میں دست اندازی نہ کریں۔ مگر عبادت الٰہی میں الغرض جب زاہد کا انتقال ہوا تو اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے کیسا برتاؤ کیا۔ اس نے کہا مجھے بخش دیا۔ کس عمل کے بدلے؟ جواب دیا میں دن رات عبادت میں مشغول رہتا کسی وقت آرام نہ لیتا لیکن میرا یہ عمل پسند نہ فرمایا بلکہ میری بخشش کا سبب یہ ہے کہ میں اپنے پیر کی خدمت کیا کرتا تھا۔ بایں وجہ حکم ہوا کہ تم نے اپنے پیر کی خدمت میں کوتاہی نہیں کی۔ اس لئے ہم نے تجھے بخش دیا۔ بعد ازاں خواجہ صاحب سے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ قیامت کے دن صدّیق، اولیاء، مشائخ وغیرہ کو ایسی حالت میں مبعوث کریں گے کہ انکے شانے پر گدڑیاں ہونگی۔ ہر گدڑی میں لاکھوں دھاگے ہونگے۔ انکے مرید و فرزند آکر ان دھاگوں میں لٹک جائیں گے۔ اور ایک ایک دھاگہ مضبوط پکڑیں گے۔ جب خلق خدا حساب قیامت سے فارغ ہو جائیگی۔ اللہ تعالیٰ انہیں قوت عنایت کریگا۔ اور پل صراط کے قریب پہنچ جائیں گے۔ تو اس گدڑی کے وسیلے سے مرید و فرزند تیس ہزار سالہ راہ اور قیامت کے عذابوں سے باسانی

گذر کر بہشت میں جا پہونچیں گے۔ مجال نہیں کہ انہیں سختی لاحق ہو۔ جب خواجہ صاحبؒ فوائد بیان کر چکے تو خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔

الحمد للہ علیٰ ذالک

ھدایت

فوائد السالکین ملفوظات حضرتؒ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی چشتی علیہ الرحمۃ حضرتؒ خواجہ قطب الاقطاب فرماتے ہیں کہ شنبہ کے دن ماہ شوال ۵۸۴ھ کو قدمبوسی حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی علیہ الرحمۃ کا شرف حاصل ہوا۔ قاضی حمید الدین ناگوری و مولانا علاؤ الدین کرمانی اور مولانا شمس الدین کے علاوہ اور صاحبان بھی خدمت میں حاضر تھے سلوک اور اہل سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ آپنے ارشاد فرمایا۔ راہ سلوک کے سالک وہ ہیں جو از سرتا پا دریائے محبت میں غرق ہیں۔ کوئی گھڑی ایسی نہیں گذرتی کہ ان پر عشق کا مینہ نہ برسے۔ اس کے بعد فرمایا عارف باللہ وہ شخص ہے جو ہر لمحہ اس میں عالم اسرار سے ہزارہا اسرار پیدا ہوں اور عالم سکر میں رہے اور اگر اس حالت میں اٹھارہ ہزار عالم اس کے سینے میں ڈالیں جائیں تو بھی اسے خبر نہ ہو۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک بار میں نے

ایک درویش کو سمرقند میں دیکھا جو عالم تحیر میں تھا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ بزرگ کب سے عالم تحیر میں ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ بیس سال سے۔ کچھ دن میں انکے پاس رہ گیا۔ ایک دن اسے عالم صحو میں پاکر پوچھا کہ جب آپ تحیر کی حالت میں ہوتے ہیں تو کیا آمد و رفت کی خبر ہوتی ہے یا نہیں؟ درویش نے کہا کہ جب درویش دریائے محبت میں غرق ہوتا ہے تو کچھ اسرار تجلیات ان پر نازل ہوتے ہیں تو اس وقت اٹھارہ ہزار عالم کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ پس یہ عشق بازی کی راہ ہے۔ جو بھی اس میں قدم رکھا وہ جان سلامت نہ لے گیا۔ قول سعدی علیہ الرحمۃ۔

؎ درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

موقعہ مناسب آپ نے فرمایا کہ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حلق پر چھری پھیری گئی تو انہوں نے چاہا کہ فریاد کریں حکم ہوا، اے یحییٰ اگر تو ذرا بھی آہ کی تو تیرا نام محبوں سے کاٹ دیا جائیگا۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ جب حضرت ذکریا علیہ السلام کے سر پر آرہ چلنے لگا، انہوں نے چاہا فریاد کریں۔ لیکن حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ جناب باری تعالیٰ کا حکم ہے اگر آپ نے ذرا بھی آہ کی تو پیغمبر کے دفتر سے نام مٹا دیا جائیگا۔ یہ سنکر حضرت خواجہ قطب الاسلام آبدیدہ ہوئے اور فرمایا جو بھی محبت کا دعویٰ کرے اور مصیبت کے وقت فریاد کرے تو وہ حقیقت میں دوست صادق نہیں ہوتا بلکہ کاذب ہے چونکہ دوستی اس کا

نام ہے جو کچھ دوست کی طرف سے آئے اس پر راضی رہے اور شکر بجا لائے ۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت رابعہ بصری رضی اللہ عنہا کا یہ طریقہ تھا جب آپ پر بلا آتی تو آپ خوشی مناتے اور فرماتیں کہ آج بڑھیا کو دوست نے یاد کیا جس روز مصیبت نہ آتی آپ رویا کرتی تھیں کہ کیا خطا سرزد ہوئی کہ دوست نے اس بوڑھی کو یاد نہیں کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام شیخ معین الدین حسن قدس سرہٗ کی زبان سے سنا ہے کہ راہ سلوک میں یہ بات ہے جو محبت کا دعویٰ کرے وہ دوست کی محبت کو خواہش سے چاہتا رہے۔ کیونکہ اہل معرفت کے نزدیک دوست کی مصیبت دوست کی رضا ہے۔

اسی موقعہ پر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور قاضی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمۃ کعبہ کا طواف کر رہے تھے وہاں شیخ برہان الدین علیہ الرحمۃ نام کا ایک بزرگ جو خواجہ ابوبکر شبلی کا غلام تھا۔ کعبہ شریف کا طواف کرنا آیا تھا۔ میں بھی اس کے پیچھے طواف کرنا شروع کیا۔ جہاں وہ قدم رکھتے تھے میں بھی وہیں رکھتا تھا۔ وہ پیر روشن ضمیر تھا سمجھ گیا۔ اس نے کہا میری ظاہری پیروی کیوں کرتے ہو اگر کرنی ہے تو باطنی کرو۔ تو ہم دونوں نے ان سے پوچھا۔ کون سا عمل کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہم ایک دن میں دو ہزار مرتبہ قرآن شریف ختم کرتے ہیں۔ ہم دونوں کو بڑا تعجب ہوا۔ ہم نے خیال کیا شاید سورہ کا کوئی خاص حصہ زبانی یاد کیا ہوگا اس نے سر اٹھایا اور کہا خبردار! ایسا نہیں بلکہ حرف بحرف پڑھتا ہوں۔ مولانا علاؤ الدین کرمانی بھی حاضر مجلس تھے انہوں نے فرمایا کہ یہ کرامت ہے۔ حضرت خواجہ قطب الاسلام علیہ الرحمۃ

نے فرمایا ہاں جو بات عقل میں نہ آسکے وہی کرامت ہوتی ہے اس کے بعد حضرت خواجہ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جو شخص حقیقت کے درجہ پر اپنے نیک اعمال کے باعث پہنچا ہے۔ لیکن تاہم کوشش لازم ہے۔

اس کے بعد مجلس میں آنے پر پیر کی خدمت میں باادب بیٹھنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت خواجہ قطب الاسلام اَدَامَ اللّٰہُ تَقْوَاہُ نے فرمایا کہ کوئی شخص جب مجلس میں آئے جہاں خالی جگہ دیکھے وہیں بیٹھ جائے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک دعاگو اجمیر میں شیخ خواجہ معین الدین حسن سنجری کی خدمت میں مولانا صدرالدین کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ مولانا نے فرمایا ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام میں تشریف فرما تھے ادر اصحاب کرام چاروں طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ تین آدمی باہر سے آئے ایک تو اسی حلقہ میں جگہ پائی دوسرا اسی حلقہ سے باہر جگہ دیکھی تو وہیں بیٹھ گیا، تیسرا جگہ نہیں پایا تو واپس چلا گیا۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو حلقہ میں جگہ پائی اس کو ہم نے اپنی پناہ میں لے لیا۔ جو حلقہ سے باہر بیٹھا اس سے ہم شرمندہ ہیں قیامت کے دن اس کو رسوا نہیں کریں گے۔ تیسرا جو چلا گیا وہ ہماری رحمت سے دور ہو گیا۔ حضرت خواجہ قطب الاسلام نے فرمایا کہ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ مجلس میں جہاں جگہ پائے بیٹھ جائے اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث میں ہے ابو اللیث سمرقندی کی تنبیہ میں لکھی گئی ہے جو شخص مجلس کے درمیان میں بیٹھتا ہے وہ لعنتی ہے۔

پھر بیعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے فرمایا بیعت دوبارہ ہو سکتی ہے
اگر کوئی بیعت سے پھر جائے یا اس میں کوئی شک ہوئے تو از سر نو بیعت کر لینی
جائز ہے۔ یعنی اسی پیر سے جس سے آپ قبل بیعت تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ
شیخ الاسلام برہان الملک والدین کے روضہ مبارک پر لکھا ہوا دیکھا ہے کہ خواجہ
حسن بصری رضی اللہ عنہٗ کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فتح مکہ سے پیشتر جب مکے کا ارادہ کیا تو حضرتؓ عثمان غنی ذو النورین و حضرت علی
کرم اللہ وجہہ کو بھیجا کہ مکے والوں کو آگاہ کر دو۔ اسی اثنا میں دشمنوں نے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ مکے والوں نے حضرتؓ عثمان غنی و حضرتؓ علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شہید کر دیا۔ جب محبوب کردگار نے سنا تو تمام اصحاب کو
بلا کر فرمایا کہ آؤ از سر نو بیعت کریں مکہ جائیں اور دشمن سے مقابلہ کریں۔ حسب الحکم
سارے اصحاب نئے سرے سے بیعت کی آپ اس وقت درخت سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے
اس بیعت کو بیعت الرضوان کہتے ہیں۔ اقول۔ پہلے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
بیعت تھے اور اب بھی از سر نو حضور ہی سے بیعت لئے۔ دوسرے سے نہیں۔ آجکل جو
بیعت توڑ کر دوسرے پیر سے بیعت لیتے ہیں وہ سنت کے خلاف ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضور سرور کائنات رسول ہیں اسکے مقابل
کوئی نہیں ہو سکتا۔ آجکل فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ کے تحت جس پر دل جمے
بیعت لے سکتا ہے۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں سُنی صحیح العقیدہ متبع شریعت
شرط ہے۔ جب پیر سنی صحیح العقیدہ ہے تو شجرہ شریف کے غلط ہونیکا سوال

ہی نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ شجرہ شریف کو غلط ٹھہرانیوالا خود گمراہ اور غلطی پر ہے۔ چنانچہ حضرتؒ خواجہ قطب الاسلام نے فرمایا۔ مذکورہ وجہ سے از سر نو بیعت لے سکتے ہیں۔ پھر التماس کی۔ اگر پیر نہ ہو تو کیا کرے آپنے فرمایا اپنے پیر کا جامہ ہی سامنے رکھ لے اور بیعت لے۔ پھر فرمایا کہ کوئی تعجب نہیں کہ حضرتؒ خواجہ معین الدین حسن سنجری بھی ایسا ہی کرتے ہونگے۔ اسی سبب سے یہ دُعا گو بھی اسی طرح بیعت کرتا ہے۔ اقول مگر دوسرے پیر سے بالکل اجازت نہیں۔ بھکا ایک بار جاتا ہے بار بار نہیں جب کہ پیر سُنی صحیح العقیدہ ہے تو دوبارہ بیعت لینے کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ حضور سرور کائنات کا فعل بیان جواز کیلئے تھا۔ جو کسی دوسرے پیر کے فاخرہ لباس دیکھ کر مائل ہوتا ہے اور اپنے پیر کو حقیر سمجھتا ہے تو وہ دونوں جہاں کی نعمت سے محروم رہتا ہے اور سنت نبوی کا باغی کہلاتا ہے۔ حشر میں اس کو شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔

اس کے بعد مرید و نیکے حسن اعتقاد کے سلسلے میں ذکر شروع ہوا۔ آپنے فرمایا۔ ایک مرتبہ بغداد میں ایک درویش کو کسی قصور کے تحت گرفتار کرکے قتل گاہ میں لاکر کھڑا کر دیا۔ جب جلاد مقتل میں پہنچکر اس درویش پر وار کریگا کہ اچانک درویش کی نظر پیر کے قبر پر پڑی فوراً کعبہ سے منہ پھیر کر اپنے پیر کی قبر کیجانب رُخ کیا۔ جلاد نے اس سے پوچھا تونے کعبہ سے منہ کیوں پھیرا۔ اس نے کہا میرا منہ اپنے قبلہ کی طرف ہے۔ تو اپنا کام کر درویش و جلاد میں بات ہو رہی تھی کہ سردار کا حکم آیا اس

درویش کو چھوڑ دو۔ حضرت قطب الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ سچا عقیدہ ایسی چیز ہے کہ درویش کو قتل ہونے سے بچا لیا۔ اسی موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ معین الدین قدس سرہٗ العزیز اپنے مریدوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے سلوک کی باتیں ہو رہی تھی۔ جب دائیں طرف دیکھتے تو اٹھ کھڑے ہوتے۔ تمام لوگ متحیر ہو جاتے کہ حضرتؒ کس کی تعظیم کیلئے کھڑے ہوتے ہیں۔ اسی طرح کئی بار کھڑے ہوئے الغرض جب سب چلے گئے تو دیوانہ جو منظور نظر تھا اس نے عرض کی کہ حضرت جس وقت سب کو ترغیب دے رہے تھے تو آپ ہر بار قیام فرماتے تھے کس کی تعظیم کیلئے کھڑے ہوتے تھے تو خواجہ معین الدین علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس طرف میرے پیر خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمہ کی قبر ہے۔ میں اپنے پیر کی روضہ کی طرف دیکھتا تھا اور تعظیم کیلئے کھڑا ہوتا تھا یعنی اپنے پیر کے روضہ کیلئے قیام کرتا تھا۔ پھر فرمایا کہ مرید کو اپنے پیر کی موجودگی و بغیر موجودگی برابر خدمت کرنی چاہیئے۔ جیسا کہ انکی زندگی میں خدمت کرتا تھا بلکہ بعد رحلت اس سے زیادہ کرے۔ پھر سماع کے بارے میں گفتگو چلی آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ دعا گو کے نزدیک سماع میں کچھ ایسا ذوق ہے کہ مجھے کسی چیز میں بھی ایسا لطف نہیں ملتا جتنا کہ سماع میں۔ پھر فرمایا کہ صاحب طریقت اور مشتاق حقیقت کو سماع میں اس طرح کا ذوق حاصل ہوتا ہے جیسا کہ جسم میں آگ بھڑک اٹھتی ہے اگر یہ نہ ہوتا تو لقا کہاں ہوتا اور لقا کا لطف ہی کیا ہوتا۔

شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ عوارف المعارف میں ارشاد فرماتے ہیں جس کو میں مختصر درج کرتا ہوں۔

سماع سے اس دور میں بہت سے فتنے رونما ہو گئے ہیں سماع کی پاکیزگی ان فتنوں کی وجہ زائل ہو گئی ہے۔ فی زمانِنا اس کا شوق اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اعمال حسنہ میں کمی آگئی ہے بلکہ اب تو محض نفسانی خواہشات وسیر تماشے کیلئے ایسے اجتماع ہوتے ہیں۔ ایسا اجتماع ارباب صدق وصفا کی نظر میں جائز نہیں۔ ہاں سماع صرف عارف باللہ خدا رسیدہ بزرگوں کیلئے جائز ہے۔

سوانح

(اعلیٰحضرت مولانا حفیظ الدین صاحب لطیفی قدس سرہٗ)

مختصر حالات وکمالات خانقاہ لطیفی رحمانپور تکیہ شریف

اکثر اولیا ماللہ اہل ریاضت واہل مجاہدہ ہوتے ہیں اور ان میں سے بہتیرے اہل عشق واہل وجد ہوتے اور ان میں سے بعض اہل خوف اور بعضے اہل علم ومعرفت اور بعض اہل مکاشفہ ومشاہدہ بعضے تلوین وتمکین اور مصنّف دیوان لطیفی وحفظ السالکین ومکتوبات لطیفی اعلیٰحضرت عظیم البرکت حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین علیہ الرحمۃ والرضوان عشق وجد علم ومعرفت تھے خصوصاً عشق وتحقیق علوم باطنہ کے کمال میں بے مثال تھے بلکہ امت رسول اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر عشق ومعرفت علوم باطنہ میں ایسا ملکہ راسخہ رکھنے والا اولیاء متقدین ومتاخرین کے درمیان بہت کم وجود میں آتے ہیں جیسا کہ آں حضرت قدس سرہٗ کے حالات شریفہ قوت قلبیہ سے ظہور میں آئے جیسا کہ کلمات طیبات وغزل واشعار پر عشق ومعرفت روشن ہے۔ آپکی ولادت باسعادت موضع چشتی نگر

عرف کنہر یا ضلع کیٹھار میں ہوئی۔ صغر سن ہی میں آپ کے والد بزرگوار جناب شیخ حسین علی کا انتقال ہو گیا۔ جو ایک شرفاء و رؤساء میں سے تھے والد بزرگوار کے وصال کر جانے کے بعد اپنے علاقہ میں کچھ دنوں تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد پٹنہ و دہلی میں تکمیل تعلیم کی اور شہر پٹنہ خانقاہ حضرت خواجہ رکن دین عشق پاک علیہ الرحمہ والرضوان میں بدست حضرت شاہ خواجہ لطیف علی صاحب علیہ الرحمہ سلسلۂ نقشبندیہ ابوالعلائیہ میں شرف بیعت حاصل کی اور اپنے پیر کے اشارہ پر مدرسہ و خانقاہ سہسرام میں ایک مدت تک صدر المدرسین رہے۔ اخیر عمر شریف اپنے آبائی وطن لوٹ آئے اور موضع رحمان پور میں عالیشان عمارت و خانقاہ اور مسجد پر رونق تعمیر فرمائی اور زبان عربی و فارسی رسائل مختلف فنون میں یعنی تصوف و صرف و نحو و منطق و کلام و انشاء وغیرہ تالیف فرمائی اور مجموعہ خطب دوازدہ ماہی بھی تالیف فرمائی۔ مگر اسکی طباعت و اشاعت نہ ہو سکی۔ چونکہ یہ تمام نسخے اسی زمانہ میں شاید کوئی حسد کی وجہ چھپا رکھا ہے۔ ورنہ اشاعت ہو جاتی۔ آخر کلام جمادی الاول کی تیئس تاریخ سنہ ۱۳۳۳ھ دنیا کو اپنے وجود شریف سے خالی فرمایا۔ دار آخرت میں رونق افروز ہوئے۔ جانب جنوب مسجد سے متصل ہمیشہ کیلئے آرام فرما ہیں۔ وہ مزار متبرکہ و قبہ روضہ پر رونق و ضیاء بنا ہوا ہے اور ہمیشہ فیض کے چشمے ابلتے رہتے ہیں اور آپکے دیوانے بھر بھر کر لیجاتے ہیں

آپ کے ایک خلیفہ حضرت مولانا محمد شرف الدین صاحب قدس سرہٗ روضہ کے دیوار پر تاریخِ وصال تحریر فرمایا ہے۔

شرف گفت سال وصالش ہزاری
بر رب یحاں رفت جاں لطیفی

۱۳۳۳ھ

تاریخ طبع دیوان لطیفی منجانب حضرت مولانا شرف الدین صاحب گانجی پورنیہ قدس سرہٗ

بفضل پیر ما لطیفی = کہ عارفان حق را جود سلطاں
بدیوان خود اسرار معارف = عیاں گردند چوں مہر درخشاں
سن طبعش شرف برجستہ ایں گفت
بر آمد آفتاب راہ عرفاں

۱۳۳۸ھ

دیگر

حضرت شاہ لطیفی پیر ما = زانکہ با او بود عشق پاک جفت
کرد تصنیف ایں کتاب از جوش عشق = بیں دُرِ دریائے اسرارش چہ سفت
بہر شاں طبع ایں دیوان شرف
کاشف اسرار باب عشق گفت

۱۳۳۸ھ

شکر رب جلیل الکریم رؤف الرحیم کا کہ اس نور احمدی نے ایسا شمع ہدایت روشن کیا جو یکساں روشن چلا آتا ہے۔ اس کی ضیاء سے قلوب عالم منور و درخشاں ہیں اولیاء کرام نے اس روشنی کو اپنے سینوں میں چھپایا وہ امانت ابتک سینہ بسینہ چلی آتی ہے۔ وہی روشنی حضرت خواجہ شاہ لطیف علی صاحب قدس سرہٗ العزیز خانقاہ تکیہ شریف بارگاہ عشق پاک میتن گھاٹ پٹنہ نے خورشید تابان عرفان حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین صاحب نور اللہ مرقدہٗ رحمان پور تکیہ شریف کے سینۂ آئینۂ طلعت کو تفویض فرمائی۔ جو حضرت شاہ لطیفی نے اپنے نور چشم فرزند حضرت خواجہ وحید اصغر علیہ الرحمۃ کے سینے میں وہ روشنی براہ راست پہنچائی۔ باطنی خلافت آپکو اپنے والد بزرگوار سے ملی اور ظاہری خلافت حضرت خواجہ شاہ حمید الدین بارگاہ عشق میتن گھاٹ پٹنہ سے ہے لیکن اہل معرفت مرشد بارگاہ عشق نے خلافت ظاہرہ و معمولات ظاہرہ سے سینۂ خواجہ وحید اصغر کو منور و مجلیٰ فرما کر وصیت فرمائی کہ باقی مکاشفہ و مشاہدہ و علوم اپنے والد بزرگوار کے سینے سے حاصل کر لینا اور شجرہ بھی اسی طریق سے جاری کرنا ان تمام معمولات کی تکمیل کے بعد حضرت خواجہ شاہ حمید الدین نور اللہ مرقدہٗ نے نصیحت کی یہ مجھے خود حضرت خواجہ وحید اصغر علیہ الرحمہ نے بتایا۔ جن کی کرامات سے یہ رسالہ پر ہے۔ یہ بہت بڑے درویش گذرے جنکے فیض کا دریا

تقریباً پورے ملک ہندوستان بالخصوص بہار، یوپی، راجستھان، گجرات و مہاراشٹر میں جاری ہے۔

آپ کا وصال شریف ستائیس ۲۷ شعبان المعظم سنہ ۱۴۰۶ھ بمطابق سات ۷ مئی سنہ ۱۹۸۶ء ومطابق بنگلہ چوبیس ۲۴ بیساکھ سنہ ۱۳۹۳ بنگلہ بروز چہار شنبہ بوقت ساڑھے ۹½ نو بجے دن کے اور مورخہ اٹھائیس ۲۸ شعبان المعظم سنہ ۱۴۰۶ھ مطابق آٹھ ۸ مئی سنہ ۱۹۸۶ء بعد نماز ظہر جنازہ کی نماز ہوئی۔ جس میں لاکھوں کی تعداد میں شریک ہو کر مسجد سے جانب جنوب حجرۂ مبارکہ کے سامنے تدفین فرمائے۔ اور بعد نماز عصر عاشقان خواجہ فراق عشق میں سوزاں و اشکبار تضرع و زاری کے ساتھ قل خوانی و فاتحہ رسانی کی محفل منعقد کی۔ اس وقت جدائی کا غم سبھوں کے قلوب کو مجروح کر رکھا تھا۔ حیات طیبہ کی ساری ادائیں ذہن کو جھنجھوڑ رہا تھا۔ جو آج تک آپ کے دیوانوں کے سینے میں موجود ہے۔ بس یہ آخری التجا ہے۔

الٰہی ہاتھوں میں رہے ہمیشہ دامان وحید
جائے نہ خیال دل سے مرا رخ تابان وحید
سہا جاتا نہیں تیرے عاشق کو جدائی
یاد آتا ہے جب دیوانوں کو احسان وحید
۲۷ ر شعبان سنہ ۱۴۰۶ھ و مطابق ۷ ر مئی سنہ ۱۹۸۶ء بنگلہ ۲۴ ر بیساکھ سنہ ۱۳۹۳
بروز بدھ ۹½ بجے دن دیا رب کو جان وحید

۲۸ رشعبان بعد ظہر سپرد خاک ہوتے
روتا ہوا بعد عصر فاتحہ کی عاشقان وحید

خانقاہ مرشدی و آقائی حضرت خواجہ وحید اصغر علیہ الرحمہ کیلئے یہ بات زبان زدِ خواص و عوام ہے کہ حاجت مند یہاں روتے ہوئے آتے ہیں اور ہنستے ہوئے واپس جاتے ہیں۔ خالی دامن آتے ہیں اور گوہر مراد سے دامن بھر کر جاتے ہیں۔ تو آپ بھی مرشدی خواجہ وحید اصغر علیہ الرحمہ میں دامنِ طلب پھیلائیے۔ ان کے طفیل و تصدق سے اللہ تعالیٰ آپ کو منھ مانگی مرادوں سے نوازے گا۔

کبھی خالی نہیں جاتے یہاں سے مانگنے والا
یہ ایک مرد سخی حاجت روا کا آستانہ ہے

منقبت

ہوں میں بیکس بے سر و ساماں خواجہ وحید اصغر
کردوں کیا قرباں آپ کے در پہ خواجہ وحید اصغر
جانشیں حضرتؒ مولانا شاہ حفیظ الدین برھانی
مظہر تجلیات حق قطب عصر خواجہ وحید اصغر

آپ کے سائے میں ہے چشتی و نقشبندی قادری
ہے سایۂ رحمان آپ پر خواجہ وحید اصغر
فیض پاتے ہیں مزار پاک سے ہر خاص و عام
آپ کا فیضان ہے جوش پر خواجہ وحید اصغر
بندہ نوازی و دستگیری کی ہے عادت تیری
ڈال دے حسن پر کرم کی نظر خواجہ وحید اصغر

وصلی اللہ علی النبی الامی باعداد کمالہ وحسن جمالہ وصفاتہ وبارک وسلم صلوٰۃ وسلاما علیک یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ والتابعین وتبع التابعین واولیاء امتہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ط

فقط
الفقیر محمد حسن رضا خان وحیدی لطیفی غفرلہٗ
جامعہ وحیدیہ غریب نواز
خواجہ نگر سالماری کٹیہار (بہار)
تاریخ یکم اکتوبر سنہ ۱۹۹۳ء قمری ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۱۴ھ